عالمی معاشی افکار اور اسلامی معاشی فکر

اساسیات کا ایک تقابلی جائزہ

ڈاکٹر منظور احمد الازہری*

ڈاکٹر سید محمد عبد الرحمن شاہ**

ABSTRACT

This article aims to present a concise overview regarding global economic ideas and its historical development with brief evaluation of capitalism and communism as well as question of *laissez-faire* and concept of ownership in relation to Islamic economic thought.What are the rudiments, fundamentals and historical sketch of these systems? Measuring them analytically *vis-à-vis* their comparative examination has been taken into account to visit the characteristics of prevailing as well as outdated and nonoperational economic systems. As capitalism emphasis on eagerness to find wealth where billionaires are about to getting more and more ignoring various other ethical perspectives and paying no attention to the poor classes of society. Communism claiming equality remained also not compatible to sustain around the globe as a balanced and stable system. At the end this article predicts that other than Islamic economic thought no system may fulfill the natural need of global economy and it also recommends that Islamic Scholars have to present an alternative full-fledged practical model for economics.

Keywords: گلوبل اکنامک، اسلامی اقتصادی سوچ، اسلامی معیشت کے اجزاء، سرمایہ دارانہ نظام

---

* ایسو سی ایٹ پروفیسر (اسلامک لاء)، سابق ڈین وچیئرمین شعبہ اسلامیات، ہائی ٹیک یونیورسٹی ٹیکسلا کینٹ

** لیکچرر یونیورسٹی آف انجنیئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، ٹیکسلا ۔

آفرینش آدم سے آج تک انسان کی معاشی تگ ودواس کی زندگی کا اہم ترین جزو ہے۔ زندگی کی ترقی کے ساتھ ساتھ معاشی قواعد وضوابط اور نظام ترتیب پائے۔ اس میں انسانی کاوِش کو بڑا دخل حاصل ہے۔ تاریخ کے ہر دور میں جہاں بھی افراد وقبائل سے معاشی بے راہ روی صادر ہوئی انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوموں کی رہنمائی کا فریضہ نبوت سرانجام دیا حتیٰ کہ عہدِ مصطفوی میں جملہ کارہائے نبوت پایہ تکمیل تک پہنچے۔ معاشی معاملات میں اسلامی فکر کی اساسیات کا تصور اور عالمی معاشی افکار کی اساسیات سے اس کا موازانہ اِس مقالہ کاصُلبِ موضوع ہے۔

تاریخی طور پر جدید سودی نظام کی ابتداء کا ذکر 34 صدیاں قبلِ مسیح کی سامری وبابلی تہذیب کے آثار میں ملتا ہے۔ پھر 400 سال قبل مسیح کی یونانی تہذیب میں عبادت گاہوں کے ساتھ سودی ساہو کاری کا سلسلہ جاری رہا [1]۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے مذکور ہے "دخل اليسوع فى الهيكل وأخرج الذين كانوا يبيعون ويشترون في الهيكل وقلب موائد المصارفة" کہ مسیح ہیکلِ سلیمانی میں داخل ہوئے اور وہاں کے خرید وفروخت کرنے والوں کو نکالا اور روپے پیسے کا کاروبار کرنے والوں کے تختے الٹ دیے۔[2]

قرون وسطی کی تاریخ میں 1157ء میں بندقیہ 1170 میں جنیوا، 1401ء میں بارسلونا اور 1609ء میں امسٹرڈم کے سودی اداروں کا ذکر ملتا ہے۔ بنکو "اٹلی" زبان کا لفظ ہے بمعنی "میز" کیونکہ یہ لوگ بازاروں میں میز لگا کر بیٹھتے تھے اور لوگوں سے امانتیں لے کر رکھتے اور سود پر قرضہ دیتے تھے۔ صاحبِ محل کو "بنکیر" کہ دیتے تھے۔ مشرقی مسلمان ممالک کی طرف پہلے پہل مصر میں 1898ء میں نیشنل بینک بنا۔ پھر دیگر ممالک میں بینکاری کا عمل شروع ہوا جو کہ جدید معاشی نظام کالازمی جزء ہے۔[3]

عالمی معاشی افکار کی اساسیات:

موجودہ زمانے میں چند معروف اقتصادی نظام جو دنیا کے مختلف علاقوں میں رائج ہیں ان کے مطالعہ سے درج

---

[1] - العبادی، ڈاکٹر عبداللہ، موقف الشریعہ الاسلامیہ من المصارف الاسلامیہ المعاصرۃ، دارالسلام، مصر، 1994

[2] - انجیل متی، اصحاح، 12/21

[3] - قریصہ، ڈاکٹر صبحی تادرس، النقود والبنوک، جامعۃ التلمسان، الجزائر، ص: 246

ذیل تفصیل سامنے آتی ہے:

الف۔ سرمایہ دارانہ نظام

اس نظام کی اساسیات اور بنیادی اُصول درج ذیل ہیں:

اقتصادی آزادی: ہر فرد، ادارہ اور حکومت وسائل کے حصول و استعمال، پیداوار، منافع کا حصول اور تقسیمِ دولت میں آزاد ہے۔ جب تک کہ حکومتی ٹیکس کی ادائیگی یقینی ہو۔

فرد کی آزادی: اس میں کسبِ مال، قبضہ اور ملکیت وغیرہ کی ازادی شامل ہے۔

مقابلہ تجارت: آزادانہ تجارت میں مقابلہ وسائل کے بہترین استعمال کے لیے کافی ہے۔ اس مقصد کیلیے 1947ء میں GATT اور 1995ء میں WTO کے ادارے بنائے گئے۔

حکومتی مداخلت: اقتصادی معاملات میں حکومت کی کم سے کم مداخلت اس نظام کی بنیادی حکمتِ عملی ہے۔

سرمایہ داراور خریدار دونوں اقتصادی طور پر ہدایت یافتہ ہیں اس لیے ہر کسی کا انفرادی مصلحتوں پر عمل بالآخر اجتماعی مصلحت پر لے جاتا ہے۔ ان اصولوں کے علاوہ اس نظام میں چند مفروضات پر بھی انحصار کیا جاتا ہے جو درج ذیل ہیں:

انفرادی اذواق ہی اجتماعی ترجیحات ہیں۔ یعنی ہر کسی کو کیپیٹل ازم کے معیارات کو اختیار کر لینا چاہیے۔ اس سے برگر سوسائٹی نے جنم لیا ہے اور اگر سب لوگ ایک ہی طرح کے کھانے اور کپڑے استعمال کریں گے تو کائنات کی رنگارنگی اور بوقلمونی ختم ہو کے رہ جائے گی۔ جبکہ حُسنِ کائنات تو اس کے تنوع میں مکنون ہے۔ اس مسئلہ کی حساسیت پر ٹرمپ کا بیان شاہد عادل ہے کہ چین اور روس دنیا پر اپنا اسلوب حیات مسلط کرنا چاہتے ہیں اس کے خلاف جدوجہد ضروری ہے۔[1]

خواہشات کی کثرت: بشری تقاضے پورے کرنے کے لیے تمام خواہشات کی تکمیل ضروری ہے۔ اس میں اغنیاء کی خریداری مسلسل جاری رہتی ہے خواہ غُرباء کو کچھ ملے یا نہ ملے۔

قرضہ کی فراہمی: ہر شے خریدنے اور ہر منصوبہ چلانے کے لیے بینک ہر کسی کو کریڈٹ (قرضہ) فراہم کر رہے

[1] - Address through Social Media, June 2018

ہیں۔ حتیٰ کہ کریڈٹ کارڈ سے گھر کی ہر شے خرید لیں اور وہ بھی (مفت) مگر یہ قرض 30 سال تک ادا نہیں ہوتا اور کریڈٹ پر مبنی معیشت کتنی دیر چلے گی؟[1]

سرمایہ دارانہ نظام نے صنعتی ترقی کے ساتھ اپنی حیثیت منوائی اور بڑی کمپنیوں نے آج پوری دنیا کے اقتصادی معاملات کے ساتھ ساتھ سیاسی فیصلوں پر بھی قبضہ جما رکھا ہے۔ زیادہ سے زیادہ نفع کا حصول ہی اس کا مقصد ہے خواہ وہ پیداوار انسانی جسم و روح کے لیے مضر ہی کیوں نہ ہو۔ Will Durant نے 1953ء میں کیپیٹل ازم کو روشن خیالی اور عقلانیت کا داعی نظام قرار دیا جس میں دین کو کوئی دخل حاصل نہیں۔[2] پھر بینتھم نے اخلاقی اقدار کی جگہ لذت کے مذہب کو متعارف کروایا کہ جو چیز لذت دے وہ خیر ہے جو چیز الم دے وہ شر ہے۔ مطلب یہ کہ انسان کی اقتصادی تگ و تاز کے پیچھے حصول لذت کا اصول کار فرما ہے۔[3]

برٹرینڈ رسل نے "History of Western Philosophy" میں سودی نظام پر بحث کی ہے کہ بھاری سود کا حصول ہی Usury میں نہیں آتا بلکہ سود ہر مقدار میں سود ہی ہے۔[4]

گزشتہ قریبی تاریخ میں آدم سمتھ نے اپنی کتاب "The Wealth of Nations" میں "Invisible Hand" یعنی غیر مرئی ہاتھ کا تصور دیا ہے جس سے مراد آزادانہ مقابلہ کے لیے مارکیٹ کی مختلف قوتوں کو لیا گیا ہے، اس نظریہ کے ساتھ کہ مارکیٹ اپنا نظام خود چلاتی ہے۔[5] 1955ء میں امریکی ہنری جارج نے Progress & Poverty کے نام سے کتاب لکھی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کیپیٹل ازم معاشرے کے تمام افراد اور خصوصاً غرباء کو خوشحالی فراہم کرنے میں مدد نہ کر سکا۔[6] تھامس کارلائل نے اقتصادیات کو ایک "متوحش علم" قرار دیا

1 ـDurant, Will, The Renaissance, Univ. of Chicago,1953

2 – Durant, Will, The Renaissance, Univ. of Chicago,1953

3 – Bentham, Jeremy, Utilitarianism, Progressive Publishing Company, London,1890

4 – Russell , Bertrand A History of Western Philosophy, Simon & Schuster , USA,1945

5 – Smith, Adam, The Wealth of Nations, W. Strahan & J. Cadell, London 1776

6 – Progress & Poverty, Henry George, Self published, USA,1879.

ہے۔[1] بہر حال اس نظام سے امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہو چکا ہے۔ اس کے بالمقابل دوسرا نظام ہے جسے آئندہ سطور میں زیر بحث لاتے ہیں۔

ب۔ اشتراکی نظام:

اس نظام کی اساسیات و اصول درج ذیل ہیں:

انفرادی ملکیت کا خاتمہ: کمیونزم میں سب ملکیتوں کو ختم کر کے حکومت کے سپرد کر دیا جاتا ہے تا کہ بہتر طریقے سے پیداواری عمل ترتیب پائے۔

حکومتی سرپرستی: تمام ملکی وسائل حکومت کے ہاتھ میں ہوں گے اور وہی اُن کے استعمال کا تعین کرے گی۔

مرکزی منصوبہ بندی: حکومت تمام امور کی منصوبہ بندی مرکز میں کرے گی اور عوام اس کی تنفیذ کے لیے کام کریں گے۔

اُجرت کا معیار: ہر کسی سے کام اس کی استطاعت و صلاحیت کے مطابق لیا جائے گا اور بالمقابل اجرت اس کی حاجات کے مطابق دی جائے گی۔

کمیونسٹ انقلاب کی حفاظت: ہر سطح پر اشتراکی انقلاب کی حفاظت کے لیے ہر رکاوٹ دور کی جائے گی ان اصولوں کے ساتھ ساتھ اشتراکیت نے بھی کچھ مفروضات کا سہارا لیا ہے۔[2] مثال کے طور پر:

تمام عاملین مصلحتِ عامہ کے مخلص ہوں گے۔ یہ کیسے ممکن ہے جب تک کہ ذاتی مفادات کا تحفظ نہ ہو؟

I۔ تمام افسران باصلاحیت ہیں، یہ مفروضہ بھی کسی حد تک تو درست ہے لیکن ہمیشہ حکومتی مقاصد کے لیے لوگ ذاتی دلچسپی کا مظاہرہ نہیں کرتے خواہ وہ باصلاحیت ہی کیوں نہ ہوں۔

II۔ تمام حکام شرفاء اور عادل ہیں۔ یہ مفروضہ بھی محلِ نظر ہے۔ انسانی فطرت میں اچھائی اور برائی کا یکساں امکان موجود ہے جب تک کوئی ذاتی انگیخت کام کی تکمیل میں کار فرما نہ ہو بہت کم اعلیٰ اقدار اور عدل کا لحاظ رکھا

1- Jordon, Alexander, Thomas Carlyle and Political Economy, The Dismal Science in Context, The English Historical Review,vol.132,Issue;555,April 1,2017,P.286-317

2- Douzinas, Costas (Edited), The Idea of communism,, Published by Verso,London,2010

جاتا ہے۔ اس کے لیے پھر تقوی کا عنصر جزوِلازم ہے جس کا تصور مذکورہ بالا افکار میں نہیں۔ الغرض مزدور اس اشتراکی نظام میں سرمایہ دار کے ہاتھ سے نکل کر ایک قاہر حکومت کے ہاتھ میں آگیا اور بالآخر 1989ء میں پورے نظام کو زمین بوس ہونا پڑا۔

شاید سرمایہ دارانہ نظام کے ردِ عمل کے طور پر کمیونزم اور سوشلزم نے جنم لیا تھااور 70 سال تک دنیا کو ایک نئے نظام سے متعارف کروانے کی سعی ناکام و ناتمام کی۔ بالآخر"Workers’ Paradise Lost"۔ [1]نامی کتاب سے پتہ چلتاہے کہ مزدوروں کو خوشحال زندگی کا سبز باغ دکھا کر جو ظلم کیے گئے تاریخ اُن سے شرمندہ ہے ۔انفرادی ملکیت کا خاتمہ، حکومتی سرپرستی میں پیداوار و تقسیمِ دولت کا عمل اور نتیجتاً خوشحال کسان کو نیویارک کے پروفیسر ای ریمانڈ نے یہ کہہ کر بیان کیا کہ جب میں روس پہنچا تو دیکھا کہ کھیت ویران اور باغیچے آباد تھے۔[2]
(

پھر جے ولنسکی نے 1978ء میں اپنی کتاب "The Economics of Socialism"میں بھی روسی اقتصادی ترقی کا راز کھولا ہے۔[3] فلاسفۂ روس میں کارل مارکس نے انفرادی ملکیت کو مصدرِ شر قرار دیا ہے اور طبقہ عمال کی اغنیاء سے علیحدگی، استحصال، فاضل قیمت، طبقاتی کشمکش، اُجرتوں کی غلامی، اقتصادی جبر وغیرہ کے مفاہیم کو خلطِ مبحث بنا دیا ہے۔ The Communist Manifesto میں وسائل پر ملکیتِ حکومت اور مرکزی منصوبہ بندی پر بحث کی گئی ہے۔[4]

اس نظام کی عمومی نقشہ کشی کرتے ہوئے سٹالین نے ایک دفعہ چرچل سے کہا تھا کہ اجتماعی زراعت کے لیے لوگوں کی رضامندی اور مطلوبہ مہارت کے بغیر کامیابی ناممکن ہوئی اور لاکھوں لوگ برباد ہوگئے۔ اس سے کسان نے زمین بھی کھودی اور خرید وفروخت کی آزادی واخلاقیات بھی۔ اور نہ ہی اُسے اپنی پیداوار کا منصفانہ معاوضہ مل

1- Eugene, Lyons, Workers’ Paradise Lost, Funk & Wagnall Publishers, N.y.1967.

2۔ الازہری ، پیر محمد کرم شاہ، مقالاتِ ضیاءالامت، مزدوروں کی گم گشتہ جنت، ضیاءالقرآن پبلیکیشنز، لاہور، ج2، ص: 101

3 -J. Wilczynski, Aldine Transaction, The Economics of Socialism after World war Two,(1935-1939), New Brunswick, USA, UK,1978

4 - Marx , Karl & Fredrick Engels The communist Manifesto ,USSR,1848.

سکا۔[1]

1937ء میں لیون ٹراٹسکی نے "The Revolution Betrayed" میں لکھا ہے کہ صرف ملکیتِ وسائل کافی نہیں بلکہ آزادی، مساوات اور عدل کا قیام بہت ضروری ہے۔[2] بالآخر میخائیل گورباچوف نے "New Thinking for Our Country & the World" میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ 1989 میں روسی اتحاد کے انحلال کے اسباب پر بہترین گواہ ہیں۔[3] افراطِ زر، بیروزگاری اور قرضوں کے زیرِ اثر بہت سے ممالک نے پہلی دوستی کو خیرباد کہا جس کی تفصیلات The Economist، Wall street Journal اور Habitual & Cultural Diversity کے بہت سے مضامین میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ایک اور اسلوبِ ریاست گذشتہ صدیوں سے معروف ہے جس کے خدوخال درجِ ذیل ہیں:

ج: فلاحی ریاست کا تصور

سکینڈے نیوین ممالک میں فلاحی ریاست کا تصور رائج ہے[4] جس میں درج ذیل اساسیات کو نظام کی بنیاد قرار دیا جاتا ہے:

1. **فلاحِ فرد:** ہر کسی کو بنیادی حقوق کی فراہمی اور اجتماعی کفالت بہم پہنچانا حکومت کی ذمہ داری ہے۔یعنی سرمایہ دارانہ نظام کے تجاوزات اور اشتراکیت کے مکروہات سے الگ ہو کر انفرادی فلاح کی کوشش کرنا۔
2. **حکومتی انفاق:** فلاحی ریاستوں میں حکومتیں مسلسل اپنے عوام کی رہائش، تعلیم، صحت اور ٹرانسپورٹ پر مسلسل خرچ کرتی ہیں۔

---

1 ۔ مقالاتِ ضیاءالامت (مرجع سابق)

2 - Trotsky, Leon, *The Revolution Betrayed*, Chapter.08, Translated by Max Eastman,1937. (www.Marxists.org/archieve/trtsky/works/1937)

3 -Gorbachev, Mikhail, Perestroika; New thinking for our Country and the World (On my Country and the world), Harper & Row, London, 1988.

4 - Spicker, Paul, The welfare State ,A general Theory, Sage Publications,CA.USA,2000.

3. **روزگار یا معاوضہ/روزگار کی فراہمی:** اس نظام میں بنیادی روزگار کی فراہمی حکومتی ذمہ داری ہے یا اس کے بالمقابل معاوضہ۔

4. **قرضہ کی فراہمی یا معافی:** فلاحی نظامِ ریاست میں حکومت ضروری قرضہ کی فراہمی کو یقینی بناتی ہے اور عجز کی صورت میں اس کی ادائیگی کا بندوبست کرتی ہے۔

5. **کثرتِ پیداوار اور مکمل استفادہ:** حکومت کثرتِ پیداوار پر توجہ کے ساتھ تمام وسائل کے بھرپور استعمال کی ذمہ دار ہوتی ہے۔

ان ممالک کی قلیل آبادی اس نظام کے ثمرات سے استفادہ کر رہی ہے۔ ایک دفعہ پاکستان کے جنرل حمید گل سویڈن کے دورہ پر تھے اور وہاں نو مولود کے وظیفہ پر تعجب و تعریف کا اظہار کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ تو تمہارا نظام ہے۔ جنرل صاحب حیران ہوئے کہ ہمارے ملک میں تو ایسا نہیں۔ اہلکار نے کہا کہ یہ عمر رضی اللہ عنہ کا نظام ہے"۔ اسی طرح کی اسلامی فلاحی ریاست کے چند نمایاں اصول آئندہ مبحث کا عنوان و مضمون ہوں گے۔

اسلامی معاشی فکر کی اساسیات

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کے تمام شعبوں کے لیے سراپا ہدایت بن کر تشریف لائے۔ دیگر امور کے علاوہ اقتصادیات میں بھی آپ نے زریں اصول و اساسیات عنایت فرمائے جن سے آج بھی شاہراہِ حیات منور ہے۔ ان قنادیلِ ہدایت کی روپہلی کرنوں سے آج بھی ظلمت ہائے کائنات میں اجالے ہیں۔ جن کا اجمالی تصور درج ذیل ہے:

ا: **تصورِ مال:** خالقِ کائنات نے انسانی زندگی کا نظام چلانے کے لیے سونے و چاندی سے مال پیدا فرمایا اور امام غزالی رحمہ اللہ کے نزدیک ان دونوں دھاتوں میں لوہے کی سی صلابت نہیں اس لیے انہیں کسی سخت کام میں نہیں لایا جا سکتا۔ البتہ مشیئتِ الٰہی سے انہیں اشیاء کے تبادلے میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یہی ان کی بڑی وجہ تخلیق بھی ہے۔ اس مال کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ملکیت کہا ہے اور انسان کے استعمالات مال بحیثیت خلیفہ ہیں۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَنفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُم مُّسْتَخْلَفِينَ فِيهِ فَالَّذِينَ آمَنُوا

مِنكُمْ وَأَنفَقُوا لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ﴾[1]

''اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس میں سے خرچ کرو جس میں اس نے تمہیں پہلوں کا جانشین بنایا ہے، پس جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے خرچ کیا ان کے لیے بڑا اجر ہے۔''

پس جب مال اللہ کا ہوا تو اس کا صحیح استعمال بھی اسے معلوم ہے تو اس کی حکمت بیان فرمائی:

﴿كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاء مِنكُمْ﴾[2]

''تا کہ وہ تمہارے دولت مندوں میں نہ پھرتا رہے۔''

مذکورہ افکار میں مال صرف چند ہاتھوں میں مرکوز رہتا ہے اور مشیتِ الٰہی کے خلاف استعمال بھی کیا جاتا ہے سوائے اسلامی اقتصادی نظام میں جو کہ ربانی المصدر بھی ہے اور ربانی الھدف بھی۔

۲: تفاوتِ معیشت کا اصول: یہ بھی حکمت الہیہ ہے کہ معاشرے کے مختلف طبقات میں حقِ معیشت تو ایک ہو کہ سب کو اپنا معاش حاصل کرنے کے برابر مواقع میسر ہوں لیکن ان کی صلاحیتوں اور احوال کے تفاوت سے ان کے پاس مال کی مقدار مختلف ہو اس سلسلے میں ارشاد الٰہی ہے:

﴿أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَةَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ﴾[3]

''کیا وہ آپ کے رب کی رحمت تقسیم کرتے ہیں، ان کی روزی تو ہم نے ان کے درمیان دنیا کی زندگی میں تقسیم کی ہے، اور ہم نے بعض کے بعض پر درجے بلند کیے تا کہ ایک دوسرے کو محکوم بنا کر رکھے، اور آپ کے رب کی رحمت اس سے کہیں بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔''

۳: کفالتِ عامہ کا اصول: اسلامی نظام معیشت میں عمومی کفالت رعیت کا حکم دینے کے ساتھ وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

---

[1] ۔ الحدید 57: 7

[2] ۔ الحشر 59:7

[3] ۔ الزخرف 43:32

﴿وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الأَرْضِ إِلاَّ عَلَى اللهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾[1]

"اور زمین پر کوئی چلنے والا نہیں مگر اس کی روزی اللہ پر ہے اور جانتا ہے جہاں وہ ٹھہرتا ہے اور جہاں وہ سونپا جاتا ہے، سب کچھ واضح کتاب میں ہے۔"

اور حاکمِ وقت بحیثیت خلیفہ اس کو پورا کرنے کا پابند ہے۔

۴: معاشی عدل کا اصول: اگرچہ عدل کا بظاہر معنی انصاف ہے لیکن معاشی عدل بھی زندگی کی اہم ترین ضرورت ہے اس لیے ﴿اعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى﴾[2] سے تقسیم دولت کا عدل بھی مراد لیا جا سکتا ہے۔

۵: منع ارتکاز کا اصول: مال کی فطری محبت کے باوجود حکم دیا گیا کہ اس کو چند ہاتھوں میں مرکوز نہیں ہونا چاہیے بلکہ ایسا کرنے والوں کے لیے سخت وعید آئی ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلاَ يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾[3]

"اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجیے۔"

۶: منع اسراف کا اصول: اگر دولت وافر ہے تو اُسے نیکی پر خرچ کرنے کا حکم ہے نہ کہ اسراف و تبذیر سے شیطان کی اخوت حاصل کرنے کا جرم۔ اس لیے فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا﴾[4]

"اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی نہیں کرتے اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ ان دونوں کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔"

---

[1] ۔ھود 6:11
[2] المائدۃ 8:5
[3] التوبۃ 34:9
[4] الفرقان 67:25

۷: حلتِ تجارت و حرمتِ ربا کا اصول: حدیث شریف میں ہے 10 میں سے 9 حصے رزق تجارت میں پایا جاتا ہے۔ اسیطرح حرمتِ ربا کی شدت اظہر من الشمس ہے۔ کسی گناہ پر حتیٰ کہ شرک پر بھی اللہ تعالیٰ نے اعلانِ جنگ نہیں فرمایا سوائے سود کے کہ اس پر اللہ اور رسول ﷺ سے جنگ کی وعید و تہدید آئی ہے۔ اس لیے اقتصادیات کے باب میں یہ حلت و حرمت اصل الاصول ہے۔

۸: کسبِ حلال کا اصول: اسلامی اقتصادیات میں یہ اصول ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ کسبِ حلال پر قائم معاشرہ عزتِ دوام حاصل کرلیتا ہے۔ اس لیے فرمایا:

﴿ وَكُلُواْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللهُ حَلاَلاً طَيِّبًا وَاتَّقُواْ اللهَ الَّذِيَ أَنتُم بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴾[1]

"اور کھاؤ اللہ کے رزق میں سے جو چیز حلال ستھری ہو، اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔"

۹: تلاشِ رزق کا اصول: اگرچہ رزق کی ضمانت اللہ کریم نے دی ہے مگر اسے تلاش کرنے کا بھی حکم دیا ہے:

﴿وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾[2]

"اور کچھ اور لوگ بھی جو اللہ کا فضل تلاش کرتے ہوئے زمین پر سفر کریں گے، اور کچھ اور لوگ ہوں گے جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔"

اس لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے تلاش رزق کو جہاد فی سبیل اللہ سے مقدم فرمایا ہے اور حدیث شریف میں ہے:

"طلب الحلال كمقارعة الأبطال"[3]

"کہ طلبِ رزقِ حلال تو گویا پہلوانوں سے مقابلہ کرنے کے برابر ہے۔"

۱۰: رعایت یتامیٰ کا اصول: دیگر انفاق کے ساتھ ساتھ یتیم بچوں، بچیوں کی مکمل نگہداشت کو بطور خاص اہتمام سے ذکر کیا گیا ہے کیونکہ وہ معاشرہ سلیم نہیں جہاں یتیم ضائع ہو جائے۔ اس کی تاکید میں آیت کریمہ ہے:

---

1 ۔ المائدة 88:5

2 ۔ المزمل 20:73

3 ۔ البيهقي، شعب الايمان (1232)

﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ فَذَلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ﴾ [1]

"کیا آپ نے اس کو دیکھا جو روزِ جزا کو جھٹلاتا ہے۔ پس وہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔"

پھر ترغیب رسالت ہے آپ ﷺ نے فرمایا۔

" أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ" [2]

"میں اور یتیم کا کفیل جنت میں دو انگلیوں کی طرح اکٹھے ہونگے۔" سُبحان اللہ

۱۱: معاشی تعاون کا اصول: علماء فرماتے ہیں کہ: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ﴾ میں معاشی تعاون سرِفہرست ہے۔ انفرادی سطح پر بھی مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے، نہ وہ اُس پر ظلم کرتا ہے نہ ہی حالات کے سپرد کرتا ہے

حضرت رسالت مآب ﷺ نے اشعری کی بہت مدح فرمائی ہے یعنی اگر کوئی بیوہ ہو جائے یا کھانا کم ہو جائے تو وہ اپنے اموال جمع کر کے برابر تقسیم کر لیتے ہیں وہ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔ [3]

سب سے بڑی ضرورت آج مسلمان ملکوں کے معاشی تعاون کی ہے۔ جس کے لیے ہمہ جہت کوششوں کی ضرورت ہے۔

۱۲: اخلاقیاتِ اقتصادیات: تمام نیکیوں کی انتہاء اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾۔ [4]

"تم ہر گز نیکی میں کمال حاصل نہ کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز سے کچھ خرچ کرو، اور جو چیز

---

[1] ۔ الماعون107: 1-2

[2] ۔ البخاري، ابو عبداللہ، محمد بن اسماعیل، الجامع المسند الصحیح المختصر من أُمور رسول اللہ وسننہ وایامہ، دار السلام والنشر والتوزیع الریاض، 2000ء، کتاب الاحکام، باب کفالۃ الأیتام، رقم الحدیث: 5304 ، نیشابوري، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، المسند الصحیح المختصر من السنن بنقل العدل عن العدل إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، دار السلام للنشر والتوزیع الریاض، 2000ء، کتاب الامارہ، باب الیتامی، رقم الحدیث: 7578

[3] ۔ صحیح البخاری، باب الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ ,لَا يَظْلِمُهُ ,وَلَا يُسْلِمُهُ، رقم الحدیث:2212

[4] ۔ آل عمران3 : 92

تم خرچ کرو گے بے شک اللہ اسے جاننے والا ہے۔"

ان ابدی و سرمدی اصولوں پر قیام معاشرہ ہی خیر الامم کے تاج سے بہرہ مند ہو سکتا ہے۔ یہ دینِ اسلام کے ثوابت ہیں اور جہاں تک متغیرات کا تعلق ہے تو علمائے حق ہر زمانے میں اجتہاد کے ذریعہ اُمت کی رہنمائی کر رہے ہیں۔

جدید اور اسلامی معاشی افکار کا تقابلی جائزہ

اگر اقتصادیاتِ عالم کا بنظرِ غائر جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ:

۱: کیپیٹل ازم کے اصولوں میں اگرچہ ہر طرح کی آزادی ہے جس میں انفرادی سطح پر کسبِ مال، عمل اور ملکیت کی آزادی ہے اور حکومتی سطح پر تجارت کی مکمل آزادی۔ پھر اس نظام میں شخصی خود غرضی کو ہی اجتماعی ترقی کا نام دیا گیا ہے اور سب سے امتیازی فرق دین کی عدم مداخلت کا ہے یعنی دین اور عقلانیت یا دین اور سیاست میں تفریق سے ہی دنیاوی ترقی کا تصور۔

۲: اشتراکیت میں ہر طرح کی شخصی ملکیت و آزادی کی نفی کی گئی ہے عملاً فطرتِ انسانی کے خلاف اسے یکسانیت و اکتاہٹ کی زندگی پر مجبور کیا گیا ہے۔ تمام وسائل پر حکومتی تسلط اور مرکزی منصوبہ بندی کے ذریعے مختلف شعبہ ہائے اقتصاد کو کنٹرول کرنے کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ نتیجتاً خفیہ اداروں کے ظلم و ستم سے تنگ عوام نے بالآخر اس نظام سے چھٹکارا پا لیا۔

۳: فلاحی ریاست کے تصور پر عمل پیرا چند یورپی ممالک نے اگرچہ جزوی طور پر ایک کامیاب ریاست کی مثال قائم کرنے کی کوشش کی ہے اور وہاں لوگوں کو معاشی خوشحالی بھی ملی ہے لیکن اس کے باوجود انہی ممالک میں خود کشی کی شرح سب سے زیادہ ہے تو گویا Concept of Better Life سے مراد معاشی خوشحالی ہرگز نہیں ہے۔

۴: اسلامی نظامِ اقتصاد میں ہر شے کی اصل اور حقیقی ملکیت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جبکہ انسان اس زمین کی آبادی پر مامور اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے جس کا ذکر قرآن کریم نے یوں کیا:

﴿هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا﴾[1]

"اسی نے تمہیں زمین سے بنایا اور تمہیں اس میں آباد کیا۔"

یعنی اس ذات نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اس کی تعمیر کا تم سے مطالبہ کیا ہے۔ انسان مجازی طور پر اشیاء کے تملک و استعمال میں مختار ہے لیکن اس اختیار کا اُسے جواب دینا ہے۔ برعکس دیگر افکار کے جن میں دین کو ریاست و اقتصادیات میں کوئی دخل نہیں نہ ہی حلال و حرام کا کوئی تصور ہے۔ کیپیٹل ازم میں فردِ واحد صرف حکومتی ٹیکس کی ادائیگی کے ساتھ اپنے فرائض سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ یا پھر اشتراکی نظام میں حکومتی منصوبہ بندی کا عضوِ معطل بن کے رہ جاتا ہے۔ اسلام کا نظام اعتدال پر مبنی ہے۔ اس میں نہ صرف شخصی آزادی کی رعایت کی گئی ہے بلکہ اسے قواعد و ضوابطِ اسلام کا پابند بنا کر معاشرے کے لیے ایک مفید انسان بننے میں مدد دی ہے۔ اسلامی اقتصادی نظام میں جن عملی اقدامات کو اولین حیثیت حاصل ہے اُن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱: سود کا خاتمہ اسلامی اقتصادی نظام کا پہلا عملی اقدام سود کا خاتمہ ہے۔ رسولِ کریم ﷺ نے اپنے عھدِ زریں میں اسکی عملی تنفیذ سے عوام کو راحت پہنچائی۔ اس حکم میں بھی تدریج کے پہلو کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا۔

۲: شرعی عقود کا نفاذ اسلامی معیشت میں معروف شرعی عقود پر آج بھی بہت سی تجارتی سرگرمیوں کا دار و مدار ہے اور وہ پورے اعتماد کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ مثلاً مضاربہ، مرابحہ۔ سلم، استصناع وغیرہ۔

۳: مال کے ساتھ عمل کی پیوستگی مضاربت و مشارکت وغیرہ کے عقود میں انسانی کاوش کو مال کے ساتھ پیوستہ کیا گیا ہے تاکہ ساہوکار کی طرح گھر بیٹھے مال کمانے کا تصور ختم ہو۔

۴: حلال سرمایہ کاری جہاں بھی بچتوں کا استعمال کیا جائے وہ حلال عمل کی سرمایہ کاری ہو۔ اس سے ایک گونہ روحانی اطمینان کے ساتھ منافع کا حصول بھی ممکن ہوا ہے۔

۵: احیائے اموال اسلامی نظام زمینوں کو آباد کرنے کا حکم دیتا ہے تاکہ ملکی وسائل کو ضائع ہونے سے بچایا جا سکے اور روزگار کی فراہمی ممکن ہو۔ اس اقدام پر عہدِ رسالت سے عمل جاری ہے۔ خلفائے راشدین اور بعد والوں نے بھی اسے جاری رکھا۔

---

[1] ۔ هود 12 : 61

۶: بچت کی حوصلہ افزائی اسلامی نظام جہاں اسراف و تبذیر سے روکتا ہے تو مقصود بچتوں کو سرمایہ کاری کی طرف متوجہ کرنا ہوتا ہے۔ اپنے سماجی نظام کی برکتوں سے یہ بھی کامیابی سے ہمکنار ہے۔

۷: سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی اقتصادِ اسلامی ہر طرح کے اموال کو سرمایہ کاری کا حکم دیتا ہے۔ سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 20 درہم سے مدینہ طیبہ میں کاروبار شروع کیا اور اربوں تک پہنچے۔ آج بھی مساجد سے اس تنظیمی کام کا آغاز ہو تو چند سالوں میں حالات بدل جائیں۔

۸: افراطِ زر کا علاج سود کے خاتمہ سے افراطِ زر کا علاج خود بخود ہو جاتا ہے۔ سودی سرمایہ کاری پر شرحِ منافع بلند رکھنا پڑتی ہے جس سے قیمتوں میں اضافہ افراطِ زر کا سبب بنتا ہے۔

۹: نظام زکوٰۃ کا اجراء تقریباً سارے اسلامی ممالک میں زکوٰۃ کا نظام جاری وساری ہے جس سے بہت سی مدّات میں اموال صرف ہو رہے ہیں اور معاشرے میں ایک مثبت رجحان پیدا ہو رہا ہے۔

۱۰: اقتصادی تعاون پر زور سب سے اہم اقدام اسلامی ممالک کے باہمی اقتصادی تعاون پر زور دینا ہے، اس سے اسلام کا پیسہ مسلمانوں پر خرچ ہو گا اور خوشحالی عام ہو گی۔ اسلامی اقتصادی نظام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس سے انسان کا تعلق اپنے خالق سے بحال ہوا ہے جو کہ ساری قوتوں کا منبع ومصدر ہے۔

نتیجۂ بحث

دنیا میں اشتراکی نظام کے خاتمہ کے بعد سرمایہ دارانہ نظام کا دور دورہ ہے لیکن سودی قرضوں پر ساری معیشت کا قیام اور عدم ادائیگی اس کے جلد ختم ہونے کا پیش خیمہ ثابت ہونے والی ہے۔ اسلامی اقتصادیات کے ماہرین اور علماء و فقہائے کرام کا اولین فریضہ ہے کہ وہ اقتصادی ماہرین کے ساتھ مل کر اسلام کے اس چشمہ ءِ فیض سے کائنات کو سیر اب ہونے کا موقع فراہم کریں۔ مسلمانوں کی ترقی کے لیے علامہ ابن خلدون کا نظریہ اس مقالے کے لیے مِسک الختام ہے، آپ فرماتے ہیں:[1]

إنّ الملك لا يتمّ عزّه إلّا بالشّريعة یہ کہ ملک کی عزت شریعت کے بغیر ممکن نہیں ہوتی۔

ولا قوام للشّريعة إلّا بالملك اور حکومت کے بغیر تطبیقِ شریعت ممکن نہیں ہوتی۔

---

[1]۔ ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد بن محمد، تاریخ ابن خلدون ، تحقیق خليل شحادة، ناشر دار الفکر، بیروت الطبعة الثانية، 1408 ھ 1988ء ، ج1، ص: 51

ولا عزّ للملك إلّا بالرّجال **اور ملک قوت حاصل نہیں کر سکتا بغیر مردانِ کار کے۔**
ولا قوام للرّجال إلّا بالمال **اور لوگوں کا وجود مال کے بغیر ممکن نہیں۔**
ولا سبيل للمال إلّا بالعمارة **اور مال کا حصول ملک میں تعمیری معاشی سرگرمیوں کے بغیر ممکن نہیں۔**
ولا سبيل للعمارة إلّا بالعدل **اور ملک میں تعمیری معاشی سرگرمیاں عدل کے بغیر ممکن نہیں۔**
ولا يقوم العدل إلاّ بالشريعة **اور شریعت اسلامیہ کے بغیر عدل قائم نہیں ہو سکتا۔**

پس شریعت اسلام پر عمل کے بغیر امت محمدیہ کسی صورت ترقی نہیں کر سکتی۔ اس لیے اس کار خیر پر کمربستہ ہو کر ہر فرد کو اپنے حصے کا فرض ادا کرنا ہے۔